ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

خیبر پختونخوا کی اُردو غزل میں مزاحمتی عناصر

Resistive Elements in Urdu Ghazal of Khyber Pakhtunkhwa

عثمان شاہ

پی ایچ۔ڈی اسکالر ,شعبۂ اُردو سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

ڈاکٹر غنچہ بیگم

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

پروفیسر ڈاکٹر محمد امتیاز

شعبۂ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

Abstract:

To differentiate between good and bad is the basic trait of human beings. Man appreciates well and abhors evil. This expression of displeasure goes on to turn into resistance. Social evils destroy the beauty of the society and cause agitation among the members of the society. This is the reason why people record their agitation against these evils in various forms. If this agitation manifests itself in the form of literature, it is known as literary resistance. There has been a tradition of resistive literature in world literature. The period in which Urdu literature came into being was a period of turmoil and moral decay. This is the reason why the very essence of Urdu literature has been resistive from the very beginning. In Urdu literature, a rich source of resistance has been cumulated in both prose and poetry. Since the situation remained the same after the partition of India, the tradition of resistance continued. The socio-political disparities in Pakistan have shown the way of resistance to Urdu literature produced here.

Keywords: Resistance , Social evils, Agitation, Manifests, Turmoil, Disparities, Khyber Pakhtunkhwa , Resistive poetry, Motif.

مزاحمت عربی زبان کا لفظ ہے۔ مختلف لغات میں اس کے متعدد معانی درج کیے گئے ہیں۔ ان معانی میں تنگی کرنا، دبانا، تنگ جگہ میں دھکیلنا، ممانعت، تعرض اور روک ٹوک زیادہ کثرت سے دہرائے جاتے ہیں۔ عربی میں لفظ 'مقاومت' اس کے مترادف کے طور پر مستعمل ہے جس کے معانی ہیں سامنے آنا، کھڑا ہونا اور برابری کرنا۔ اچھے اور برے کی تمیز انسان کا بنیادی وصف ہے۔ انسان اچھائی کو سراہتا ہے اور برائی سے ناگواری کا اظہار کرتا ہے۔ یہی ناگواری کا اظہار آگے جا کر مزاحمت میں ڈھل جاتا ہے۔ معاشرتی برائیاں معاشرے کی خوبصورتی کو زائل کر دیتی ہیں اور معاشرے کے افراد میں بے چینی پھیلا دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں کے خلاف انسان مختلف پیرائیوں میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتا ہے۔ معاشرتی برائیوں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

کی مختلف اقسام ہیں جن میں ظلم و جبر اور استحصال سرِفہرست ہے۔ اسی طرح مزاحمت کی بھی مختلف اقسام سامنے آتی ہیں۔ ابرار احمد اپنے مضمون "مزاحمتی ادب" میں کہتے ہیں:

> "انسانی تاریخ میں آزادی سلب کرنے والی قوتوں اور آزادی کے حصول کی جدوجہد میں مصروف لوگوں کی باہمی کشمکش سے بھی پڑی ہے۔استحصال اور جبر کی بے شمار قوتیں ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر مضبوط اقوام کمزور قوموں پر اپنا شکنجہ جمائے رہتی ہیں۔ ہر سماج میں بالادست طبقے عوام کا استحصال کرتے چلے آرہے ہیں۔ ریاست کے نام پر، مذہب کے نام پر، معیشت کے نام پر۔ اور ان استحصالی قوتوں کے ہاتھ جھٹک دینے کے لیے مزاحمتی عمل بھی جاری وساری ہے۔"(۱)

مزاحمت کی مختلف اقسام ہیں۔ ان میں سماجی جبر کے خلاف مزاحمت، معاشی جبر کے خلاف مزاحمت، مذہبی جبر کے خلاف مزاحمت، سیاسی جبر کے خلاف مزاحمت، تاریخی جبر کے خلاف مزاحمت، تہذیبی و ثقافتی جبر کے خلاف مزاحمت اور تاریخی جبر کے خلاف مزاحمت وغیرہ شامل ہیں۔ مزاحمت ایک ارتقائی عمل ہے۔ اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ زیادہ گہرائی میں جائے تو سب سے پہلے ذہن میں احتجاج جنم لیتا ہے۔ یہ احتجاج آگے جا کر مزاحمت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ مزاحمت کے بعد بغاوت کا زینہ آتا ہے اور بغاوت انقلاب پر منتج ہو جاتی ہے۔ اس طرح مزاحمت کی مختلف صورتوں میں زبانی مزاحمت، عملی مزاحمت، مسلح مزاحمت اور ادبی مزاحمت شامل ہیں۔

تمام ادبیات عالم میں مزاحمت کی روایت موجود رہی ہے۔ اردو ادب نے جس دور میں جنم لیا وہ دور سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی انحطاط کا دور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کا مزاج ابتدا ہی سے مزاحمتی رہا ہے۔ اردو ادب میں نثری اور شعری دونوں اصناف میں مزاحمت کا ایک وقیع سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد چونکہ حالات جوں کے توں رہے اس لیے مزاحمت کی روایت برقرار رہی۔ پاکستان میں سماجی و سیاسی ناہمواریوں نے یہاں تخلیق ہونے والے ادب کو مزاحمت کی راہ دکھائی۔ اسی طرح یہاں کے شعر و ادب میں مزاحمتی عناصر در آئیں۔ خیبر پختونخوا کی سرزمیں اردو ادب کے حوالے سے بہت زرخیز رہی ہے۔ اس صوبے نے اردو شاعری کو کئی بڑے نام دیے۔ ان شعرا نے دوسرے موضوعات کے ساتھ سماجی و سیاسی برائیوں کے خلاف بھی لکھا۔ اس طرح اس صوبے میں مزاحمتی شاعری کی پختہ روایت موجود رہی۔ یہاں کے شعرا نے نظم کے ساتھ ساتھ غزل کے پیرائے میں بھی مزاحمتی رویوں کا اظہار کیا اور اس طرح خیبر پختونخوا کی اردو غزل کے موضوعات میں مزاحمت ایک بنیادی موضوع کی حیثیت سے شامل رہی۔ ان شعرا میں احمد فرازؔ، رضا ہمدانی، محسن احسان اور جوہر میر وغیرہ مزاحمت کے اہم حوالے ہیں۔

خیبر پختونخوا کی اردو غزل میں طبقاتی تقسیم اور استحصال کے خلاف مزاحمتی رویے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک میں سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقہ ملک کے وسائل پر قابض ہو گیا ہے۔ یہ طبقے غریبوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ غریب طبقہ جو دن رات محنت میں لگا ہوتا ہے، اس کی یہ محنت سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کی تجوریاں بھرتی ہے۔ غریب طبقہ خود زندگی کی بنیادی ضروریات تک سے محروم ہوتا ہے۔ امرا کی پُرتعیش زندگی اور غریبوں کی حالت زار اس ملک کے ناقص نظام معاشرت پر ایک زوردار طمانچہ ہے۔ جب صورت حال اس نہج پر پہنچ جاتی ہے تو ترقی پسند نظریات پروان چڑھتے ہیں۔ ادبا غریب طبقے کے حق میں آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور یوں ادبی مزاحمت کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ فارغ بخاری خیبر پختونخوا کے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ابتدائی شعرا میں سے ہیں۔ چونکہ ان کا تعلق ترقی پسند تحریک کے ساتھ تھا اس لیے ان کی شاعری میں اس استحصالی نظام کے خلاف بھرپور مزاحمتی رویے ملتے ہیں:

پشت ہا پشت سے جو دست نگر رہتے ہیں
ان گنت ایسے بھی مظلوم گھرانے ہوں گے
جن میں غربت کے اسیروں کو جگہ مل نہ سکی
وہ فلک بوس محلات گرانے ہوں گے
جن میں دہقانوں کی حسرت کا جھلکتا ہے لہو
ہم کو وہ گلشنِ شاداب جلانے ہوں گے (۲)

پاکستان ہر قسم کے قدرتی وسائل سے مالامال ہے لیکن طبقاتی نظام کی وجہ سے غربا کے لیے رہنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس ملک کے کسان کھیتی باڑی تو کرتے ہیں لیکن ان کے مقدر میں فاقے ہوتے ہیں۔ مزدور محنت تو کرتے ہیں لیکن ان کی محنت رائگاں جاتی ہے اور ان کی محرومیاں کم نہیں ہوتیں۔ یہ دراصل استحصالی نظام کی خرابیاں ہیں۔ کیونکہ یہ نظام ایک مخصوص طبقے کے مفادات کا محافظ ہے۔ کمزور طبقے کے لیے اس میں کسی قسم کی رعایت نہیں ہے۔ اس ناقص نظام کی وجہ سے نہ صرف غریب طبقہ زوال کا شکار ہے بلکہ ملک کی مجموعی ترقی میں بھی رکاوٹیں حائل ہوگئی ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں معاشرے کا توازن بگڑ جاتا ہے اور دونوں طبقات کے درمیان نفرتوں کی دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ملک کا شیرازہ بکھرنے کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ ملک میں ایسا نظام لاگو کرنا اور پھر اس کے تسلسل کے لیے پالیسیاں تیار کرنا دانش مندی نہیں ہے۔ یہ ملک کے ساتھ دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ مقبول عامر اس نظام سے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں ایسے دیس کا دہقان ہوں جہاں عامرؔ
زمین بھوک اُگاتی رہی بشر کے لیے (۳)

خیبر پختونخوا کی اردو غزل میں ظلم و جبر کے خلاف احتجاج کی بھرپور روایت موجود رہی ہے۔ معاشرے میں ظلم و جبر کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ ان تمام صورتوں کے خلاف یہاں کے شعرا نے اپنے مخصوص انداز میں ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں صاحب اختیار طبقہ کھلم کھلا ظلم کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ مظلوم طبقہ ظلم کے خلاف اٹھتا نہیں ہے بلکہ بعض اوقات ظالم کا ساتھ دیتا ہے۔ جو شخص ظلم کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جاتا ہے تنہا رہ جاتا ہے اور اکثریت ظالم کی طرف دار بن جاتی ہے۔ اس طرح ظلم ختم ہوتا نہیں بلکہ اور بھی پنپتا ہے۔ محسن احسان نے علامتی انداز میں اس صورت حال کا نقشہ کھینچا ہے اور ظلم و جبر کی ایسی روش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے:

کسے حسین کہوں، کسے شمر گردانوں
لہو لہان ہے سب شہر کربلا کی طرح (۴)

کسی بھی ملک میں عدلیہ کے قیام کا مقصد امن کا قیام اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کا عدالتی نظام بھی ظالم کو سزا دینے میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عدلیہ بھی ظالم کی طرف داری کرتی ہے اور یوں قانون کی دھجیاں اُڑائی جاتی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ہیں۔عدالتوں سے صاحب اختیار لوگوں کی مرضی کے مطابق فیصلے کروائے جاتے ہیں اور مظلوم انصاف کے حصول کے لیے خوار ہورہا ہوتا ہے۔ نتیجتاً مظلوم طبقے کا عدالتوں پر سے اعتماد اُٹھ گیا ہے اور وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بجائے خاموشی کے ساتھ ظلم کو سہہ رہا ہوتا ہے۔ایسی صورت حال میں ظالم قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے اور خود مدعی اور منصف بن جاتا ہے۔ملک میں رائج اس لاقانونیت سے یہاں کے اردو شعرا بھی نالاں نظر آتے ہیں۔احمد فراز اس حوالے سے لکھتے ہیں:

انصاف کہاں اب تو فقط فیصلہ ہو گا
میں پا بہ سلاسل، کفِ دشمن میں قلم ہے (۵)

سماج افراد سے تشکیل پاتا ہے۔افراد کے منفی اور مثبت رویے سماج پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں۔انسان کے منفی رویوں میں جھوٹ، منافقت، نفرت اور خود غرضی جیسے قبیح اطوار شامل ہیں۔یہ رویے معاشرے کے عدم استحکام کا باعث بنتے ہیں اس لیے قابلِ نفرت ٹھہرتے ہیں۔ان رویوں کی وجہ سے افراد کے باہمی تعلقات پر منفی اثرات پڑ رہے ہیں۔افراد کا ایک دوسرے پر سے اعتماد ختم ہو گیا ہے اور وہ تنہائی کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔شاعر چونکہ دوسرے انسانوں کی نسبت زیادہ حساس ہوتا ہے اس لیے وہ ایسے انسانی رویوں کا گہرا ادراک رکھتا ہے اور ان کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو ترک کرنے کی دعوت بھی دیتا ہے۔اظہار اللہ اظہار کہتے ہیں:

نظر آتے تو چمکیلے بہت ہیں
مگر یہ ناگ زہریلے بہت ہیں (۶)

معاشرے کے افراد اگر باہمی محبت کے ساتھ زندگی گزاریں اور مساوات، بھائی چارے اور رواداری کی روش پر چلتے رہیں تو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرہ وجود میں آجاتا ہے۔ایسے معاشرے افراد کے دکھ سکھ شریک ہوتے ہیں۔لوگ ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا پاس رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کا بھلا چاہتے ہیں۔بد قسمتی سے انسانوں نے محبت کی جگہ نفرت کے جذبے پال رکھے ہیں۔ان نفرتوں کی وجہ سے تمام افراد ذہنی اذیت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ان کے دل ایک دوسرے کے لیے تعصب، بغض اور دشمنی کے جذبات سے بھرے ہوئے ہیں۔شاعری چونکہ عالمگیر محبت کا درس دیتی ہے اس لیے نفرتوں اور دشمنیوں کو ہمیشہ ہدفِ تنقید بناتی ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ نفرتوں کی وجہ سے دنیا کی خوب صورتی ختم ہو جاتی ہے اور افراد کا ذہنی سکون تباہ ہو جاتا ہے۔سجاد بابر ان نفرتوں سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں:

گھٹا کہاں تھی، دھواں سر پہ نفرتوں کا تھا
جلے ہیں آگ میں امکان بارشوں کا تھا (۷)

موجودہ دور کا ایک بڑا المیہ مادہ پرستی بھی ہے۔انسان دولت کی دوڑ میں اتنا اندھا ہو گیا ہے کہ تمام انسانی رشتے اور جذبے اسے نظر ہی نہیں آتے۔اس کے ذاتی مفادات کے راستے میں جو بھی چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ اس کو روندتا ہوا اپنے مفادات کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔انسان دولت کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھا ہے۔ہوس زر میں وہ انسانی جذبے، رشتے حتیٰ کہ ایمان تک کو بھی داؤ پر لگانے کو تیار ہوتا ہے۔اس مادہ پرستانہ ذہنیت نے انسان کو ذہنی مسائل سے دوچار کیا ہے۔وہ ہر قسم کی آسائشوں کے باوجود ذہنی سکون اور حقیقی خوشی سے محروم ہے۔دکھ کی بات یہ ہے کہ مادہ پرستی اور ہوسِ زر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور بھی بڑھتی جارہی ہے۔یہ ایک بڑا انسانی المیہ ہے کیونکہ انسان کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔انسان

جب تک اس دوڑ میں شامل رہے گا انسانیت، رشتوں اور محبت جیسی عظیم دولت سے محروم رہے گا۔ ادب میں چوں کہ انسان کے جذبات واحساسات کو اولیت دی جاتی ہے اور زیادہ مادہ پرستی کو ناپسند کیا جاتا ہے اس لیے خیبر پختونخوا کی اردو غزل میں اس غیر انسانی رویوں کے خلاف شدید احتجاج نظر آتا ہے اور تمام شعرا نے کسی نہ کسی شکل میں اس کی مخالفت کی ہے:

انسانیت کے جذبے میں کب تک
حائل رہے گی سونے کی دیوار (۹)
ایسے ہی بازار اگر دو چار لگے
لوگوں کا ایمان بھی زر ہو جائے گا(۹)

مذہب سے وابستگی ایک لطیف انسانی جذبہ ہے۔ اس کا تعلق انسان کی روحانیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس جذبے کو مادیت کے ساتھ خلط ملط کیا جاتا ہے تو یہ اپنی لطافت کھو دیتا ہے۔ مادہ پرستی کے اس دور میں اس خالص روحانی جذبے کا استحصال بھی کیا جارہا ہے۔ مذہب کی آڑ میں سادہ لوح عوام کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں میں مذہبی جبر کی مثالیں ملتی ہیں۔ مذہبی جبر میں نام نہاد مذہبی پیشوا مذہب کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو لوٹتے رہتے ہیں۔ اس طرح مذہب کو سیاسی اور معاشی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے اور یہاں کے لوگ کسی حد تک اسلام کے ساتھ جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ اس لیے یہاں مذہب کے نام پر استحصال کرنا خاصا آسان ہوتا ہے۔ اردو کے تمام شعرا کے ہاں اس مذہبی جبر کے خلاف مقاومتی رویے ملتے ہیں۔ مذہبی جبر ملاؤں کے روپ میں ہو یا سیاسی اور آمریت پسند لوگوں کے روپ میں بہر حال قابلِ نفرت ہے۔ احمد فرازؔ کہتے ہیں:

خدا کا نام جہاں بیچتے ہیں لوگ فرازؔ
بصد وثوق وہاں کاروبار چلتے ہیں (۱۰)

معاشرہ جب جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر چلنا سیکھ جاتا ہے تو اس کی ترقی اور خوشحالی کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں۔ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا تحرک کی علامت ہے۔ اس کے برعکس جو معاشرہ فرسودہ روایات کا اسیر ہوتا ہے وہ جمود کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی ترقی کے امکانات معدوم ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اس کی بقا بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ تیسری دنیا کے ممالک کے لوگ ترقی کے میدان میں اس لیے پیچھے رہ گئے ہیں کہ وہ توہم پرستی، ضعیف الاعتقادی اور روایت پرستی کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ وہ اپنے حالات بدلنے کے لیے تگ ودو نہیں کرتے۔ یہ لوگ غفلت کی اتنی گہری نیند سو رہے ہیں کہ انھیں خبر تک نہیں کہ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ ان کے یہ بے حسی اور جمود مجرمانہ ہے۔ اس کی جتنی بھی مخالفت کی جائے کم ہے۔ اس غفلت اور جمود کے خلاف فارغ بخاری بول اٹھتے ہیں:

حقیقتوں سے ہے فرار کب تک، یہ خواب غفلت ہے مجرمانہ
وہ قوم مٹ کر رہی ہے جس نے حقیقتوں کو اٹل نہ جانا (۱۱)

فرسودہ روایات پر اڑے رہنا جہاں معاشرے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے وہاں معاشرے کی مثبت اقدار کی شکست وریخت بھی معاشرے کے لیے نیک شگون ثابت نہیں ہوتی۔ جس معاشرے کے لوگ اپنی اقدار وروایات کو بھول جاتے ہیں اور اغیار کی تہذیب وثقافت کو اپنا کر اس پر فخر بھی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

محسوس کرتے ہیں وہ لوگ در اصل احساس کمتری میں مبتلا ذہنی غلام ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ بطور قوم اپنی شناخت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہوتا ہے کہ اپنی تہذیب و ثقافت کو بھلا کر غیروں کی تہذیب و ثقافت اپنانا ترقی کی علامت ہے۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہوتی ہے۔ اس رویے کے پیچھے مغربی اقوام کی عالمگیریت کی سوچ بھی کار فرما ہے جس کے مطابق مغربی تہذیب سب سے برتر ہے اور اسی وجہ سے دنیا بھر کے لوگوں کے لیے رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک قسم کا تہذیبی جبر ہے اور خیبر پختونخوا کے اردو شعرا نے اس جبر کے خلاف مزاحمتی روش اپنائی ہے۔ یہاں کی اردو غزل میں اس کی جھلکیاں واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس غزل میں یہاں کی مٹتی اقدار کے مرثیے بھی ملتے ہیں:

سنا ہے ان دنوں مشرق کدوں میں
نئی تہذیب چادر مانگتی ہے (۱۲)
جنہیں روشن خیالی کی چڑھایا دار پر تم نے
سو ان دم توڑتی اقدار کا بھی مرثیہ ہوں میں (۱۳)

ہندوستان کے مسلمان اس امید کے ساتھ پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے تھے کہ جب ان کو آزادی مل جائے گی تو غلامی کے دور کے تمام متعلقات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ نو آبادی نظام، ظلم، استحصال، ناانصافی غرض ہر وہ چیز جو مسلمانوں کے لیے متحدہ ہندوستان میں باعث اذیت تھی ختم ہو جائے گی۔ لیکن جب نو آبادیاتی دور کا خاتمہ ہوا تو کچھ بھی نہیں بدلا۔ انگریز اپنے پیچھے ایسے جاگیر دار، اشرافیہ اور حکمران چھوڑ گئے جو بالکل ان کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ یہ لوگ بھی نو آباد کاروں کی طرح عوام کا استحصال کرنے لگے۔ اس طرح ہم ایک ایسے دور میں داخل ہو گئے جب ہمیں پرائیوں کے بجائے اپنے لوٹنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان کی تقسیم اور نو آبادیاتی دور کا خاتمہ صرف آقاؤں کی تبدیلی کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ خیبر پختونخوا کے ابتدائی دور کی شاعری میں اس نو آبادیاتی دور کی باقیات کے خلاف احتجاج کی گونج سنائی دیتی ہے اور اس صورت حال کو ایک بڑے المیے کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ فارغ بخاری، رضا ہمدانی اور محسن احسان کے ہاں نو آبادیاتی دور کے نظام کے تسلسل کے خلاف زیادہ مزاحمت ملتی ہے:

کلیاں اداس، پھولوں کے لب پہ ہنسی نہیں
کیسی سحر ہے جس میں کہیں روشنی نہیں(۱۴)
آزاد زندگی کہاں اپنے نصیب میں
کل ان کے تھے غلام تو آج آپ کے غلام(۱۵)

ہمارے ملک پر ایک طویل عرصے سے نااہل سیاست دان مسلط ہیں۔ ان کی سیاست کا مقصد محض اقتدار اور معاشی فوائد کا حصول ہوتا ہے۔ یہ لوگ اقربا پروری، بدعنوانی، ظلم اور ناانصافی غرض ہر قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرتے آئے ہیں۔ اس صورت حال کو سیاسی جبر کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ ان نااہل سیاست دانوں کی وجہ سے ملک ہر نہج پر زوال کی طرف جا رہا ہے۔ ملک کی معاشی حالت اتنی خراب ہو گئی ہے کہ دیوالیہ ہونے کے قریب ہے۔ آئے دن عالمی مالیاتی اداروں سے قرضے لیے جا رہے ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ قرضے حکمرانوں کی عیاشیوں پر خرچ ہو رہے ہیں اور بوجھ عوام پر ڈالا جا رہا ہے۔ روز افزوں مہنگائی نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ سیاست دان اقتدار میں آکر دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹنے لگتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ان کو عوام کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ملک کی اس صورت حال کے بارے میں محب وطن لوگ ایک ذہنی اذیت سے گزر رہے ہیں۔ پاکستان میں تخلیق ہونے والی شاعری میں سیاسی جبر کے خلاف مزاحمت کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ خیبر پختونخوا کی اردو غزل بھی اس المیے سے لاتعلق نہیں ہے۔ یہاں کے تمام شعرا کے ہاں اس سیاسی جبر کے خلاف بھرپور احتجاجی رویے ملتے ہیں:

کیا قیامت ہے، جو دشمن بھی نہیں کر سکتے
کام وہ قوم کے سردار کیے جاتے ہیں(۱۶)

آیا ہے اک راہ نما کے استقبال کو ایک بچہ
پیٹ ہے خالی، آنکھ میں حسرت، ہاتھوں میں گلدستہ ہے(۱۷)

پاکستان ایک طویل عرصے سے سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے۔ اس عدم استحکام کی ایک وجہ سیاست دانوں کی نااہلیاں ہے تو دوسری طرف فوج کا سیاسی معاملات میں عمل دخل بھی ہے۔ آزادی سے لے کر اب تک ملک میں چار مرتبہ مارشل لا لگایا جا چکا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ فوج براہ راست اقتدار میں نہ ہوتے ہوئے بھی سیاست پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اکثر مورخین پاکستان کو ایک "عسکری ریاست" قرار دیتے ہیں۔ آمریت پاکستان کا ایک مستقل مسئلہ رہی ہے۔ ضیاء الحق نے ایک آمر کی حیثیت سے گیارہ سال تک پاکستان پر حکومت کی جو کسی حکمران کا سب سے طویل عرصۂ اقتدار ہے۔ اس طرح ایوب خان اور جنرل مشرف بھی طویل عرصے تک ملک پر مسلط رہے۔ خیبر پختونخوا کے بعض شعرا ایسے ہیں جنھوں نے ملک کے تمام آمروں کی حکومت اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ قومی سطح پر تخلیق ہونے والی شاعری میں آمریت کے خلاف مزاحمت کی بھرپور روایت موجود رہی۔ اس طرح خیبر پختونخوا کے کچھ شعرا ایسے بھی ہیں جنھوں نے ان آمروں کے دور میں صعوبتیں اٹھائیں۔ جیسے احمد فراز اور جوہر میر ضیاء الحق کے ظلم کا نشانہ بنے۔ اس طرح خیبر پختونخوا کی اردو شاعری میں آمریت کے خلاف مقاوتی رویے ملتے ہیں:

اے خدا تجھ سے گلہ تو نہیں لیکن اکثر
ہم نے دیکھا ترے بندوں کا خدا ہونا(۱۸)

وہ مدعی بھی ہے منصف بھی ہے محافظ بھی
صلیبیں مقتلِ انصاف میں سجائیں اب(۱۹)

پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فوجی سربراہ پہلے مارشل لا لگا دیتے ہیں یعنی براہ راست اقتدار پر قابض ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے اقتدار کو جائز ثابت کرنے کے لیے اوچھوں ہتھکنڈوں سے کام لیتے ہیں۔ انتخابات کے ڈرامے رچا کر اپنے اقتدار کو طول دیتے چلے جاتے ہیں۔ ایوب خان، ضیاء الحق اور آخر میں مشرف اسی طریقے سے ملک کے سارے اختیارات کے مالک بن گئے تھے۔ احمد فراز ان آمرانہ ہتھکنڈوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

رہرو بھی خود، رفیق بھی خود، راہزن بھی خود
اک میرِ قافلہ سبھی القاب لے گیا(۲۰)

پاکستان کا ایک بڑا مسئلہ امن وامان کی خراب صورت حال ہے۔ بدامنی کی کئی صورتیں ہیں جن میں دہشت گردی کا مسئلہ سب سے زیادہ سنگین ہے۔ دہشت گردی اور اس کے خلاف جنگ کے نتیجے میں اب تک ہزاروں لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ مذہبی فرقہ واریت بھی ملک کے امن وامان کے لیے ایک بڑا چیلنج ثابت ہوئی ہے۔ بدامنی کی ایک اور وجہ ملک کا سنگین معاشی بحران بھی ہے۔ ملک میں غربت کی شرح بہت بڑھ گئی ہے جس کی وجہ سے جرائم کی شرح میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر دیکھا جائے تو اب تک پاکستان اور بھارت کے درمیان تین جنگیں لڑی جا چکی ہیں اور دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی اب بھی برقرار ہے۔ دوسری طرف ہمارا پڑوسی ملک افغانستان بار بار بیرونی حملوں کی زد میں آتا ہے۔ 90 کی دہائی میں روس کا حملہ اور بعد میں امریکا کے حملے نے اس پورے خطے کو جنگ اور بدامنی کی آگ میں دھکیل دیا۔ بدامنی کی وجہ سے معاشرے کی خوب صورتی تباہ ہو جاتی ہے۔ شاعر بھی چونکہ اسی معاشرے کا فرد ہوتا ہے اس لیے وہ شعر کے پیرائے میں بدامنی سے کراہت کا اظہار کرتا ہے۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان اس بدامنی سے سب سے زیادہ متاثرہ صوبے ہیں۔ دونوں صوبوں میں حالات اب بھی معمول کے مطابق نہیں ہیں اور بدامنی کی لہر جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خیبر پختونخوا کی اردو غزل میں نہ صرف ملکی سطح پر بدامنی کی مذمت کی گئی ہے بلکہ صوبائی سطح پر بھی امن وامان کی بر تر صورت حال کے خلاف مزاحمت کی روش اپنائی گئی ہے:

سیلِ خوں شہر کی گلیوں میں در آیا ہے فرازؔ
اور تو خوش ہے کہ گھر جانے کا موسم آیا(۲۱)
مشکل ہے تجھے آگ کے دریا سے بچا لوں
اے شہر پشاور! میں تجھے ہار گیا ہوں(۲۲)

خیبر پختونخوا کی اردو غزل کے تجزیے سے مترشح ہوتا ہے کہ یہاں کی غزل ملکی مسائل سے لاتعلق نہیں رہی ہے۔ ابتدائی دور کی غزل میں آزادی کے بعد ملک کے حکمرانوں اور اشرافیہ کا نو آبادکاروں کی روش پر چلنے کی مذمت کی گئی ہے۔ اس نے ملک میں پھیلی سماجی و سیاسی ناہمواریوں، معاشی و سیاسی جبر، مذہبی جبر، انسان کے منفی رویوں جیسے منافقت، نفرت اور تعصب، مادہ پرستی، جمود غرض ہر برائی کے خلاف علمِ احتجاج بلند کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس غزل میں فوجی و سول آمریت اور ملک میں پھیلی بدامنی کو بھی تنقید کا نشانہ بن گیا ہے۔ خیبر پختونخوا کے مزاحمتی شعرا میں رضا ہمدانی، فارغ بخاری، محسن احسان، جوہر میر اور فقیرا خان فقریؔ کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ خیبر پختونخوا کے اردو شعرا کے بغیر اردو کے مزاحمتی ادب کی تاریخ ادھوری رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ ابرار احمد، ڈاکٹر، مزاحمتی ادب، مشمولہ، اردو ادب، احتجاج اور مزاحمت کے رویے، مرتبہ، ڈاکٹر ارتضیٰ کریم، اردو اکادمی، دہلی، ۲۰۰۴ء، ص:۶۶، 65

۲۔ فارغ بخاری، زیر و بم، گوشۂ ادب، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص:۲۵

۳۔ مقبول عامر، دیئے کی آنکھ، بخاری پبلشرز، پشاور، ۲۰۱۶، ص:۱۳۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

۴۔ محسن احسان، ناتمام، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص:۸۶

۵۔ احمد فرازؔ، کلیات احمد فرازؔ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، طبع سوم ۲۰۱۰ء، ص:۱۲۷

۶۔ اظہار اللہ اظہارؔ، صدا مہکی ہے آنچل کی، یونیورسٹی پبلشرز، پشاور، ۲۰۱۵ء، ص:۱۵۱

۷۔ سجاد بابر، راہرو، اساطیر پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۴۲

۸۔ رضا ہمدانی، رگِ مینا، گوشۂ ادب، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص:۱۵۲

۹۔ عزیز اعجاز، پندار، کوثر پریس، مردان، ۱۹۹۱ء، ص:۱۳۸

۱۰۔ احمد فرازؔ، کلیات احمد فرازؔ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، طبع سوم ۲۰۱۰ء، ص:۴۲۳

۱۱۔ فارغ بخاری، زیروبم، گوشۂ ادب، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص:۷۱

۱۲۔ سورج نرائن، سائبان شیشے کا، ماڈرن پرنٹرز، پشاور، ۲۰۰۹ء، ص:۳۵

۱۳۔ فقیرا خان فقریؔ، ہم دہر کے مردہ خانے میں، گوہر پبلی کیشنز، لاہور، ص:۸۰

۱۴۔ رضا ہمدانی، رگ مینا، گوشۂ ادب، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص:۱۱۸

۱۵۔ فارغ بخاری، زیروبم، گوشۂ ادب، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص:۱۲۰

۱۶۔ اظہار اللہ اظہارؔ، دھنک تیرے بدن کی، نیو اتحاد پرنٹنگ پریس، پشاور، ۲۰۰۶ء، ص:۸۱

۱۷۔ غلام محمد قاصر، تسلسل، نقوش پریس، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص:۳۷

۱۸۔ محسن احسان، ناتمام، شوکت پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص:۱۷۵

۱۹۔ جوہر میر، قم باذنی، الکتاب، پشاور، ۱۹۹۱ء، ص:۱۴۹

۲۰۔ احمد فرازؔ، کلیات احمد فرازؔ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، طبع سوم ۲۰۱۰ء، ص:۱۶۴

۲۱۔ ایضاً، ص:۶۵۸

۲۲۔ اسحاق وردگ، شہر میں گاؤں کے پرندے، اعراف پرنٹرز، پشاور، ۲۰۲۱ء، ص:۳۲